ڈاکٹر اسرار احمد کے نام

سنو تم مردِ میداں تھے۔۔

کبھی عالش ، کبھی تابش، کبھی دلدار کے جیسے
کبھی مثلِ فقیراں، مردِ ذی وقار کے جیسے
کبھی جو آنچ آتی ہم پہ تو دیوار کے جیسے
کبھی جو سانچ کا عُقدہ ہوئے تلوار کے جیسے

کبھی بھادوں برستی، باحمل چھتنار کے جیسے
کبھی رستہ بھُلا بیٹھیں تو تم مینار کے جیسے
کبھی غم میں جو ڈوبیں ہم تو تم غمخوار کے جیسے
کبھی سینہ جلے تو برف کی سلہار کے جیسے
سنو تم مردِ میداں تھے۔۔

انا کو ہم خودی مانے، حقیقت کو بھلا بیٹھے
تصور آدمیت کا زمانے سے گنوا بیٹھے
کبھی دولت کی دیوی کو، کبھی نفسِ امارہ کو
خدا کہتے نہیں تھے پر خدا ہی تو بنا بیٹھے

تحرک کی نئے معنی، تصوف کی نئی راہیں
ریاضت کے اُفق سے فقر کو ہم ڈھونڈ کے لائیں
کبھی دلدل میں پھنس جاتے زمانے کے تغیر سے
بتاتے تم ہی رہتے تھے کہاں سے لوٹ کے جائیں

سنو تم مردِ میداں تھے۔۔

کہا جو بھی ہمیں اس پر عمل بھی کر کے دکھلایا
منش درویش کی سی عقل پہ تھا نور کا سایہ
چمک آنکھوں میں ایسی کہ تدبر کی مثال اپنی
تقرر دلنشیں ایسا کہ کُل معنی کا سرمایہ

تری مرقد منور ہو،فلاح و فوز پا جائے
تری ہر حسرتِ پیہم کما حق خوض پا جائے
دعا گو سعد رہتا ہے ترے احسان ہیں اُس پر
مقامِ رافعہ تیری نگاہِ سوز پا جائے

سنو تم مردِ میداں تھے